اندلس میں فقہ مالک کا ارتقاء

محمد میاں صدیقی

اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الٰہی کا نزول مکۂ مکرمہ میں شروع ہوا، تیرہ برس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکۂ مکرمہ میں گزارے ۔ اس کے بعد مدینہ منورہ ھجرت فرمائی ۔ دس برس وھاں قیام فرمایا ، دین کے زیادہ تر احکام مدینہ میں نازل ہوئے ۔ مدینہ کبار صحابہ کا مرکز بن گیا ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اسلامی ریاست اور خلافت راشدہ کا مرکز بنا ، وھاں ایک خاص نوعیت کا مدرسہ قائم ہوا،جو مدرسۂ اھل مدینہ کے نام سے مشہور ہوا ۔ اس کی بنیاد حضرت عبداللہ بن عمر (م : ۷۳ھ)، حضرت عبداللہ بن عباس (م:۶۸ھ) ، حضرت زید بن ثابت (م: ۴۵ھ) اور حضرت عائشہ صدیقہ (م: ۵۸ھ) رضی اللہ عنہم کے ھاتھوں پڑی ۔ صحابہ کے بعد فقہاء ان کے جانشین ہوئے ، اور جن فقہاء نے مدینہ کی اس دینی درس گاہ کو رونق بخشی ان میں سعید بن مسیب (م : ۹۱ھ)، عروۃ بن الزبیر (م : ۹۱ھ) ، خارجہ بن زید (م ۱۰۰ھ)، سلیمان بن یسار (م: ۱۰۷ھ)، قاسم بن محمد (م:۱۰۱ھ)، اور ابوبکر بن عبدالرحمن (م: ۹۴ھ) قابل ذکر ھیں ۔

مدینہ کے اسی علمی اور دینی ماحول میں ۹۳ ھجری میں امام مالک بن انس پیدا ہوئے (۱) ۔ آپ نے اپنی پوری زندگی مدینۂ منورہ

میں گزاری ، چھیاسی سال عمر پائی ، حج بیت اللہ کے علاوہ کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے۔

امام مالک بلندپایہ محدث، فقیہ ، اور مجتہد تھے ۔ مدینہ اور تاجدار مدینہ سے آپ کی والہانہ محبت نمونے اور مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔

مدینہ کی گلیوں میں نکلتے تو ننگے پاؤں چلتے جوتا نہ پہنتے اور کہتے کہ : جن راستوں پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے برگزیدہ ساتھیوں کے قدم پڑ چکے ہوں ، مجھے شرم آتی ہے کہ ان جگہوں پر میں جوتے پہن کر چلوں ، کئی کئی روز قضائے حاجت کے لئے نہ جاتے ، اور جب جاتے تو خوف خدا سے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ، اس تصور سے کہیں اس خاک کے نیچے کسی پیغمبر یا صحابی کا جسد اطہر نہ ہو اور مجھ پر اللہ کا عذاب نازل ہو جائے ۔ مدینہ سے باہر اس لئے نہیں جاتے تھے کہ مبادا ایسا نہ ہو کہ مدینہ کو چھوڑوں اور پیغام اجل آن پہنچے ۔ چنانچہ اپنی قلبی آرزو اور خواہش کے مطابق مدینہ ہی میں آسودۂ لحد ہوئے (۲) ۔

جب آپ مسند علم پر فائز ہوئے تو چند روز بعد ہی آپ کے وفور علم ، زہد و تقویٰ، اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کی بنا پر یہ کہا جانے لگا کہ : مدینہ میں امام مالک بن انس کے ہوتے ہوئے کون فتویٰ دے سکتا ہے " ؟ امام شافعی نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ، وہ آپ کے بارے میں کہا کرتے تھے : ,,صحابہ و تابعین کے بعد امام مالک اللہ کے بندوں میں اللہ کی سب سے بڑی نشانی ہیں ، وہ علم حدیث کا ایک درخشندہ ستارہ ہیں "(۳) ۔

ایسے عالی ہمت ، صاحب جرأت، راسخ العقیدہ ، اور قوی الایمان تھے کہ حق کے اظہار میں کسی کے جاہ وجلال اور تہدید و

ترهیب سے مرعوب نہیں ہوتے تھے ۔ حق کے اعلان و اظہار کی خاطر آپ نے ستم ہائے روزگار کو بڑی خندہ پیشانی اور صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کیا ۔ ۔

آپ نے ربیعة بن عبدالرحمن یعنی ربیعة الرائی (م:۱۳٦ھ) سے علم فقہ پڑھا ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نافع (م:۱۱۷ھ)، امام زہری (م:۱۲۴ھ) اور یحیی بن سعید انصاری (م:۱۴۳ھ) سے علم حدیث حاصل کیا ۔ ان مخصوص اساتذہ کے علاوہ بہت سے تابعین اور تبع تابعین سے استفادہ کیا اور احادیث روایت کیں(۴)۔

احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا جو ,,المؤطا،، کہلایا ، اس سے پہلے صورت حال یہ تھی کہ احادیث نبوی کا ذخیرہ صحابہ کے سینوں میں محفوظ تھا ۔ صرف چند صحابہ نے الگ الگ یاد داشتیں بنا رکھی تھیں ۔ قرن اول کے اختتام پر صحابہ کے بعد دوسری نسل (تابعین) ابھری ، عمر بن عبدالعزیز (م: ۱۰۱ھ) خلیفۂ مسلمین ہوئے، ان کی حیثیت خلیفہ اور حکمران کے ساتھ محدث کی بھی تھی ، حافظ ذہبی (م : ۷۴٦ھ) نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ ان کے علمی رتبے کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ امام مالک مؤطا میں ان کے فتاوی سے استدلال کرتے ہیں ۔ کتابی شکل میں احادیث کی تدوین انہی کے حکم سے شروع ہوئی اور احادیث کا سب سے پہلا مجموعہ ابوبکر بن حزم (م:۱۰۰ھ) نے مرتب کیا ۔ ان کے بعد دوسرا مجموعۂ حدیث محمد بن شہاب زہری (م: ۱۲۴ھ) نے مرتب کیا (۵) ۔

ابوبکر بن حزم نے جو مجموعہ مرتب کیا وہ عموماً صحابہ کے فتاویٰ پر مشتمل تھا ، اور امام زہری کا نسخۂ حدیث ابواب و فصول میں منقسم نہ تھا ۔

جلال الدین سیوطی (م: ۹۱۱ھ) ابن عبدالبر (م: ۳۶۳ھ) کے حوالہ سے نقل کرتے ھیں کہ : امام مالک سے پہلے عبدالعزیز بن ماجشون (م : ۲۱۲ھ) نے ایک مجموعۂ حدیث مرتب کیا ، اور اس کا نام ,,مؤطا " رکھا ـ اس میں صرف ان احکام و مسائل کو جمع کیا جن پر اھل مدینہ کا اجماع تھا ، امام مالک کو اس کی اطلاع ھوئی تو انھوں نے ابن ماجشون کی اس کوشش کی تعریف کی مگر اس بات پر تنقید کی کہ انھوں نے اس میں احادیث کو شامل نہیں کیا، اور کہا : اگر میں اس طرح کا مجموعہ مرتب کرتا تو اس میں احادیث رسول اور آثار صحابہ کو شامل کرتا" (٦) ـ

امام مالک کی مؤطا سے پہلے جو مجموعے مرتب ھوئے ، تاریخ انھیں بعد میں آنے والوں کے لئے محفوظ نہ رکھ سکی ، اور غالباً یہی بات قاضی ابوبکر محمد ابن العربی (م: ۵۴۳ھ) ، اور بعض دوسرے اھل علم کے یہ کہنے کا سبب بنی کہ : شرائع اسلام میں تالیف کی جانے والی پہلی کتاب مؤطا مالک ہے " (۷) ـ

امام مالک نے مؤطا میں احادیث کے علاوہ صحابہ کے آثار و فتاوی کو بھی شامل کیا اور خود اپنے اجتہادات بھی شامل کیئے جس کے سبب مؤطا کی حیثیت محض ایک مجموعۂ حدیث کی نہ رھی بلکہ تدوین فقہ اسلامی کے سلسلے میں بھی اسے سنگ میل کا درجہ حاصل ھوا ـ

اھل علم نے مؤطا کی فقہی حیثیت کو اس حد تک تسلیم کیا کہ یہاں تک کہا کہ : شافعی مسلک کی اساس بھی مؤطا ھی پر استوار ھوئی ہےـ اگرچہ امام شافعی نے بعض امور میں ان سے اختلاف کیا ہے اور بعض روایات کو ترجیح دینے میں بھی ان کی رائے امام مالک سے مختلف ہےـ لیکن اس کے باوجود مؤطا کا اس حد تک اعتراف کیا کہ

کتاب اللہ کے بعد اسے سب سے نفع بخش اور مفید کتاب قرار دیا ، اور کہا : روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد حق و صواب سے قریب تر کوئی کتاب مؤطا کے علاوہ نہیں ہے » (۸) ۔

مؤطا کئی طریقوں سے روایت کیا گیا مگر ہم تک صرف دو طریقوں سے پہنچا ۔ ایک بروایت امام محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابوحنیفہ ، اور دوسری بروایت یحیی بن یحیی مصمودی اندلسی (م: ۲۳۴ھـ) ۔

امام محمد بن حسن نے جو مؤطا روایت کیا ، وہ مؤطا مالک کے بجائے مؤطا امام محمد کہلایا ۔ کیونکہ انہوں نے مؤطا کو اپنے طور پر مرتب کیا ۔ بعض مسائل میں امام ابوحنیفہ کے مسلک کو ترجیح دی اور بعض ایسی احادیث کا بھی اضافہ کیا جو انہیں امام ابو حنیفہ کے ذریعے پہنچی تھیں ۔

یحیی بن یحیی مصمودی کا روایت کردہ نسخہ آج معروف و متداول ہے ، ان کے علاوہ جلال الدین سیوطی نے جن تیس نسخوں کا حوالہ دیا ہے ، اور جن کا ذکر شروح مؤطا میں بھی ملتا ہے وہ ہم تک نہیں پہنچ سکے (۹) ۔

امام مالک کے تلامذہ اور ان سے براہ راست علم حاصل کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع ہے اور وسعت کے ساتھ ساتھ اس میں تنوع بھی ہے ۔ اس حلقے پر نظر ڈالنے سے حیرت ہوتی ہے کہ مختلف سمت و جہت ، مختلف علوم کے ماہر ، اور مختلف ذوق کے حامل ایک ھی مرکز کے گرد کس طرح جمع ہو گئے تھے ۔

امام سے استفادہ کرنے والوں میں مفسر، محدث، فقیہ ، مجتہد ، فلسفی حتی کہ حکام اور سلاطین تک شامل ھیں ۔

امام مالک کا فقہی مسلک سب سے پہلے حجاز میں پھیلا ، اور ایسا ہونا ایک قدرتی امر تھا کیوں کہ اس کی ابتداء یہیں سے ہوئی ،

اس کے بانی اور مدون کی پوری زندگی مدینہ میں گزری لیکن اس کے باوجود اسے اپنی ابتداء اور نشوونما کے مرکز و مہبط میں ثبات و دوام حاصل نہ ہوسکا ۔ اس صورت حال کو قاضی عیاض اس طرح بیان کرتے ہیں :

,,یہ عظیم الشان فقہی مسلک حجاز کے شہروں میں پھیلا، اور پورے علاقے میں چھا گیا ۔ دوسرے ائمہ اور فقہاء کی آراء کو اس نے مغلوب کر دیا اور ایسا ہونا ایک طبعی امر تھا ۔ اس لئے کہ یہ مسلک حجاز ہی میں پیدا ہوا اور یہیں پروان چڑھا ، اہل حجاز اور بطور خاص فقہائے مدینہ کی آراء اور ان کے اجماع کو اس میں بنیادی حیثیت دی گئی ۔ انہی کے طریقہ پر اس میں استنباط کیا گیا ۔ لیکن حالات کی تبدیلی اور تغیر نے اس صورت حال کو متأثر کیا کئی دور اس مسلک کے اضمحلال کے آئے ۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ ایک زمانہ ایسا آیا کہ مدینہ میں بھی مالکی مسلک کا کوئی فقیہ اور مجتہد باقی نہ رہا ،،(۱۰) ۔

مدینہ میں امام مالک کے سب سے بڑے شاگرد عبدالملک بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمۃ الماجشون (م: ۲۱۲ھ) ہیں ۔ ابن ماجشون فقیہ وفصیح تھے ، ان سے پہلے مدینہ میں فتوی کا دارومدار ان کے باپ پر تھا ، ان کی وفات کے بعد ابن ماجشون پر رہا ، اپنے دور میں اہل مدینہ کے مفتی رہے ۔ امام مالک کے بہت سے تلامذہ نے ان سے استفادہ کیا ، سحنون ان کے بڑے مداح تھے ۔ ابن ماجشون مدینہ میں فقہ مالک کی پذیرائی کا ایک مؤثر ذریعہ بنے ۔

حجاز کے بعد فقہ مالک کی ترویج و اشاعت مصر میں ہوئی ۔ مصر میں فقہ مالک کے تعارف کا اولین ذریعہ کون بنا ؟ اس میں آراء

اور اقوال مختلف ھیں ۔ بعض مؤرخین نے کہا کہ مصر میں فقہ مالک کے اولین تعارف کا ذریعہ ان کے شاگرد عبدالرحمن بن قاسم (م:١٩١ھ) بنے۔ یہ مؤطا کے راویوں میں ھیں ، مؤطا کا ایک نسخہ انھی کا روایت کردہ ہے۔ مصر میں ان کی بہت قدر ومنزلت تھی . خود امام مالک ان کے تقوی اور علم و فضل کے قدر داں تھے ، ایک روز ان کی مجلس میں ابن قاسم کا ذکر ھوا اور ان کے بعض ساتھیوں نے ان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا تو امام مالک نے سب کی آراء اور تبصرے سننے کے بعد کہا کہ : ابن قاسم تو مشک سے بھری ھوئی تھیلی ہے (١١) ۔

ابن فرحون کا دعویٰ ہے کہ : ,, امام مالک کی فقہ اور ان کے علوم کو جس شخص نے سب سے پہلے مصر میں متعارف کرایا وہ عثمان بن حکم جذامی (م: ١٦٣ھ) ھیں ،،(١٢) ۔

حافظ ابن حجر کا کہنا ہے کہ : امام مالک کے فقہی مسائل اور ان کی کتاب المؤطا کو مصر میں لانے والے اولین اشخاص عبدالرحیم بن خالد بن یزید اور عثمان بن حکم ھیں (١٣) ۔

مصر میں فقہ مالک اور علوم مالک کا ذریعہ عبدالرحمن بن قاسم بنے ھوں یا عثمان بن حکم ۔ اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا ۔ دونوں امام کے براہ راست تلامذہ میں شامل ھیں ۔ دونوں کم وبیش چند سال کے فرق سے ایک ھی زمانے میں مصر آئے اور وھاں آکر تعلیم و تدریس میں مصروف ھو گئے ۔ مالکی علوم پہلے ان کے ذریعے مصر میں پھیلے اور پھر ان کے شاگردوں نے یہاں فقہ مالک کی ترویج و اشاعت میں بھرپور حصہ لیا ۔

عبدالرحمن بن قاسم ، عثمان بن حکم اور عبدالرحیم بن خالد بن یزید کے علاوہ امام مالک کے تین دوسرے شاگرد عبداللہ بن وھب

(م:١٩٧هـ)، یحیی بن بکیر (م:٢٣١هـ)اور سعید بن عفیر (م: ٢٢٦هـ) بھی مصر میں ان کے علوم کے مخلص اور مؤثر ترجمان و مبلغ ثابت ھوئے ـ یہ تینوں حضرات بھی مؤطا کے روایت کرنے والوں میں شامل ھیں ـ

عبداللہ بن وھب بیس برس امام مالک کی خدمت میں رھے ، امام مالک کے علاوہ حجاز، عراق اور مصر کے بہت سے اھل علم و فضل سے استفادہ کیا، ان میں سفیان ثوری ، سفیان بن عیینہ ، ابن جریج ، عبدالرحمن بن زیاد اور سعد بن ابی ایوب نمایاں ھیں ـ

ابن وھب کہا کرتے تھے کہ : ,,اگر مجھے امام مالک کی صحبت حاصل نہ ھوتی تو میں گمراہ ھو جاتا ،،(١٣) ـ

ابن وھب کے بارے میں کہا گیا کہ : وہ امام مالک کے تمام شاگردوں میں سنن اور آثار کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے ـ

یحیی بن بکیر نے مؤطا امام مالک سے چودہ مرتبہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی ، مؤطا میں جو چالیس حدیثیں ثنائی ھیں انھیں یحیی بن بکیر نے ایک رسالہ میں جمع کیا ہے ـ اس رسالہ نے مغرب میں اتنی شہرت و قبولیت حاصل کی کہ علمائے اندلس جب اپنے شاگردوں کو فراغت کی سند دیتے تھے تو اس رسالہ کو تبرکاً پڑھاتے تھے ـ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ان کے مفردات میں سے ہے : أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : ,,ما زال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت أنہ لیورثہ،، ـ

امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی ,,الجامع الصحیح ،، میں ان سے بلاواسطہ روایت کرتے ھیں (١٥) ـ

سعید بن عفیر کا شمار مشاھیر مصر میں ھوتا ہے ـ مؤطا کے راویوں میں ھیں ، امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے ، علم حدیث کے علاوہ

تاریخ، سیرت، ادب ، اور علم الانساب میں بھی ان کو کمال حاصل تھا (١٦) ۔

المدونہ کے نام سے امام مالک کی آراء، اور فتاوی پر مشتمل جو پہلا مجموعہ مرتب ہوا، اس کا مقام ترتیب و تدوین مصر ھی ہے۔ ابن قاسم جو مصر میں فقہ مالک کے پہلے سفیر ھیں ، اس مجموعے کے مرتب ھیں ۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حجاز کے علاوہ مصر میں بھی امام مالک کی فقہ ان کی اپنی زندگی ھی میں رائج ھو گئی تھی ۔ امام مالک کی وفات ۱۷۹ ھجری میں ھوئی ۔

فقہ مالک اور فقہ ابو حنیفہ کم وبیش دونوں ھم عصر ھیں ۔ دونوں کی نشوونما ایک ھی دور میں ھوئی ۔ لیکن فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کی ابتداء تقریباً پچاس برس بعد ھوئی ۔ حجاز میں فقہ حنفی کا اثرورسوخ کلی طور پر کبھی نہیں ھوا ۔ اس نے جزوی طور پر اپنا مقام بنایا البتہ فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کا حجاز میں کافی اثرورسوخ ھوا اور ان دونوں فقہی مسالک نے حجاز میں فقہ مالک کو خاصا مغلوب کیا ۔ مصر میں صورت حال بدلتی رھی ۔ جب امام شافعی نے مصر کو اپنا مستقر بنایا اور وھاں انکا علم پھیلا تو وہ بھی فقہ مالک کے ضعف کا سبب بنا ، ایک دور میں مصر کے عدالتی نظام میں حنفی ، مالکی اور شافعی تینوں مسالک برابر کے شریک رھے ۔ اور یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ مصر میں آج تک کوئی ایسا دور نہیں آیا جو مالکی فقہ سے خالی رھا ھو۔ لیکن فقہ مالک کا سب سے پائدار اور وسیع تر اثر ورسوخ مغرب پر ھوا ۔ دوسرے فقہی مسالک تونس ، مراکش، لیبیا اور اندلس میں مالکی مسلک کو مغلوب نہ کر سکے ۔ ان علاقوں میں مالکی مسلک کی

اشاعت اور قبول عام کا اولین اور مؤثر ذریعہ ان کے صاحب علم اور باصلاحیت تلامذہ اور ان کی تالیف ,,المؤطا ،، بنی ۔

جس راوی کی روایت کردہ مؤطا آج پوری دنیا میں معروف وموجود ہے یعنی یحیی بن یحیی مصمودی اندلسی کی ، ان کا تعلق اندلس سے تھا ، وہ مغرب میں مؤطا اور فقہ مالک کے پہلے مبلغ بنے (۱۲) ۔

جیسے فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت کے حوالہ سے بعض حضرات نے یہ بات کہی کہ ابوحنیفہ کے شاگرد قاضی ابو یوسف ، ابوحنیفہ کی وفات کے سولہ سال بعد نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ دنیا کی وسیع تر حکومت کے قاضی القضاۃ بنے ، اس کے سبب حنفی مسلک کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا ۔ کیونکہ خلافت عباسیہ کی حدیں اس وقت عرب سے نکل کر وسط ایشیا ، ایران و افغانستان ، اور شمالی مغربی افریقہ تک پھیل گئی تھیں ۔ اور یہ علاقہ بلاشبہ اس وقت کی آباد دنیا کا بہت بڑا حصہ تھا ۔ اس صورت حال نے دوسری صدی کے اختتام سے پہلے ھی فقہ حنفی کی بنیادیں مضبوط کر دی تھیں ۔

اسی نوع کی بات امام مالک کے ایک شاگرد کے بارے میں بھی کہی گئی ، امام مالک کے اس ممتاز اور منفرد شاگرد کا تعلق اندلس سے تھا ۔ جس نے نہ صرف امام مالک سے براہ راست حدیث اور فقہ کو حاصل کیا بلکہ مؤطا کے راوی بنے ۔ اور قدرت نے یہ امتیاز بخشا کہ ان کا روایت کردہ مؤطا ھی دنیا میں پھیلا اور قائم رہا ۔ حالاں کہ ان کے علاوہ مؤطا کے پندرہ راوی اور بھی ھیں ۔ امام محمد بن حسن شیبانی کا روایت کردہ مؤطا بھی باقی رہا ، اس نے قبول عام حاصل کیا اور آج بھی ہے ۔ مگر وہ مؤطا مالک نہ کہلا سکا ۔ اس کی نسبت محمد بن حسن کی طرف ہوئی اور مؤطا امام محمد کہلایا ۔

امام مالک کے یہ ممتاز اور منفرد شاگرد یحیی بن یحیی مصمودی ھیں ۔ یہ اندلس کی خاک سے اٹھے ، علم کی طلب میں مرکز نبوت، مہبط وحی اور مدینة الرسول پہنچے ۔ مالک بن انس کی مسند درس، مدینہ میں مرجع خاص و عام تھی اس میں شامل ھو گئے ۔ امام کی وفات تک نہ مدینہ کو چھوڑا ، نہ مجلس مالک سے جدا ھوئے ۔ ۱۷۹ ھجری میں جب علم و حکمت کا چراغ بجھا تو اپنے وطن (اندلس) کا رخ کیا اور وھاں آ کر انہوں نے فقہ مالک کی ترجمانی کا حق ادا کیا ۔ حکومتی حلقوں میں یحیی کی بڑی قدر ومنزلت تھی ، شرعی امور میں امراء اور حکام ان سے مشورہ لیتے اور ان پر عمل کرتے تھے ۔ اس بنا پر بعض لوگوں نے یہ بات کہی کہ اندلس میں فقہ مالک کو صرف یحیی بن یحیی کے سیاسی اور حکومتی اثر ورسوخ کے باعث فروغ حاصل ھوا ۔ اگر اندلس میں ان کا وجود نہ ھوتا تو فقہ مالک کو اتنا فروغ حاصل نہیں ھو سکتا تھا ۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ جس طرح قاضی ابویوسف کے ایک بڑی اسلامی ریاست کے قاضی القضاۃ بننے سے فقہ حنفی کو مدد ملی ، اسی طرح یحیی بن یحیی کا حکومتی اثر ورسوخ اندلس میں فقہ مالک کے نفوذ میں ممد ومعاون ثابت ھوا ۔ لیکن یہ بات ذھن میں رکھنے کی ہے کہ جیسے محض قاضی ابویوسف کا قاضی القضاۃ ھونا فقہ حنفی کی اشاعت کا ذریعہ نہیں بنا بلکہ اس کے دوسرے بہت سے اسباب و ذرائع تھے ، ان بہت سے اسباب اور ذرائع میں سے ایک ذریعہ یہ بھی تھا ۔ ایسے ھی اندلس اور بلاد مغرب میں فقہ مالک کے فروغ کے جہاں اور بہت سے اسباب ھوئے وھاں ایک سبب یحیی بن یحیی مصمودی کا حکومتی اثر ورسوخ بھی تھا ۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کسی کی ذات اور شخصیت کے اثر ورسوخ ، اور اس

کے عزت و احترام کی بھی ایک بنیاد ھوتی ہے اور وہ خود اس کی صلاحیت ، علم و فضل اور حسن کردار ھوتا ہے۔ ان اوصاف کے بغیر کسی کی نہ معاشرے میں قدر ومنزلت ھوتی ہے ، اور نہ ایوان اقتدار میں ۔ ابویوسف ، اور یحیی بن یحیی منفرد اوصاف اور صلاحیتوں کے حامل تھے تو ان کو یہ رتبہ ملا کہ وہ اپنے اساتذہ کے علم کے مؤثر نمائندے اور ترجمان بنے ۔ بات یہ ہے کہ تعلیم کی خوبی سے شاگرد پیدا ھوتے ھیں ، تصانیف ظہور میں آتی ھیں ، یہ نہیں ہے کہ شاگرد اپنے استاد کی تعلیم میں خوبیاں پیدا کرتا ہے۔ شخصی کوششوں سے فروغ و رواج تعلیم ضرور ھوتا ہے۔ مگر ایسا عالم گیر غلبہ و ظہور جو صدیوں تک قائم و باقی رھے ، وہ خود اس تعلیم کی اندرونی قوت و اثر ھی سے ھو سکتا ہے۔ کامل اور باصلاحیت شاگردوں کا وجود درحقیقت استاد کی تدریس اور تعلیم و تربیت کی خوبی کا رھین منت ہے۔ امام ابویوسف ، اور امام یحیی بن یحیی بھی فقہ ابوحنیفہ اور فقہ مالک کی قوت کا ثبوت ھیں ۔

فقہی مسالک کی نشوونما اور ارتقاء کے بعد اولاً اندلس میں امام اوزاعی کا مسلک پھیلا اور اس نے قبول عام حاصل کیا ۔ لیکن مسلک اوزاعی کی مدت زیادہ طویل نہ ھوسکی ، جیسے ھی امام مالک کے اندلسی شاگرد ان سے تحصیل علم کرکے وطن واپس آئے ، اور انہوں نے وھاں تعلیم و تدریس کا آغاز کیا تو امام مالک کا علم اور فقہ،اوزاعی کی فقہ پر غالب آ گیا ، اور تیسری صدی ھجری کے اوائل ھی میں اندلس کے تمام علمی اور دینی اداروں پر امام مالک کے علوم چھا گئے (۱۸) ۔

مغرب میں مالکی مسلک کے فروغ کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں کا تمدن بھی حجازی تمدن کی طرح سادہ اور تکلفات

سے آزاد تھا ـ دونوں علاقوں کے درمیان تہذیبی اور معاشرتی هم آهنگی مغرب میں مالکی مسلک کی ترویج و اشاعت کا ذریعه بنی ـ ابن خلدون (م : ۸۰۸ھ) نے اس حقیقت پر بڑا جامع تبصرہ کیا ہے ـ لکھتے هیں :

,, امام مالک کا فقہی مسلک مغرب اور اندلس میں پھیلا، ان علاقوں کے علاوہ اگرچه دوسرے علاقوں میں بھی مالکی مسلک کی ترویج و اشاعت هوئی ، ان کی کتابوں اور شاگردوں کے ذریعے بیشتر اسلامی ملکوں میں فقه مالک کا تعارف هوا ـ اگرچه وہ بہت محدود تھا ـ اس صورت حال کی وجه یه هوئی که اندلس اور مغرب کے لوگ عام طور پر سیدھے حجاز جاتے تھے اور وهیں ان کا سفر ختم هو جاتا تھا ـ مدینه ان دنوں علم کا مرکز تھا، هر علاقے کے طالبان علوم اسی سرچشمۂ علم سے اپنی پیاس بجھاتے تھے ـ اس لئے اندلس کے لوگوں نے علم و معرفت کی جو بھی خوشه چینی کی وہ حجاز ، اور پھر اس میں بھی بطور خاص مدینه سے کی ـ عراق ، یا کسی اور خطے سے انھیں کوئی سروکار نه تھا ـ امام مالک هی ان کے شیخ الکل اور امام مجتهد تھے ـ

اندلس اور مغرب کے لوگوں نے امام مالک سے استفادہ کیا، اور پھر ان کی وفات کے بعد ان کے تلامذہ سے کسب فیض کیا ، اور انھی کو اپنا علمی اور دینی پیشوا بنایا .

اندلس اور مغرب میں مالکی مسلک کی ترویج و اشاعت ، اور قبول عام کی ایک بنیادی وجه یه بھی هوئی که اس علاقے کے لوگ سیدھے سادے، اور دیہاتی طرز بود و باش کے عادی تھے ، عراق کے مہذب اور پرتکلف معاشرے سے کوسوں دور تھے،

حجـاز میـں بھی یہی صورت حال تھی ، وھاں بھی لوگ سادہ زندگی گزارتے تھے ، اور تکلفات سے مانوس نہ تھے ۔ اس طرح اھل مغرب و اندلس اور اھل حجاز میں دینی اتحاد و اتفاق اور ذھنی و فکری ھم آھنگی ھو گئی ۔

حقیقت یہ ہے کہ مالکی مسلک بعد کے ادوار میـں بھـی تہذیبی رنگ و بو سے دور ھی رھا ۔ اور اس نے اپنی سادگی کی قدیم روایت کو برقرار رکھا»(۱۹) ۔

پانچویں صدی ھجری میں جب مغرب میں بنـی تاشفیـن کی حکومت قائم ھوئی تو فقہ مالک کا اثرو نفوذ اس علاقے میـں اور مضبوط ھو گیا ۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ بنی تاشفین کے امراء اور حکام دین دار اور سادہ طرز بود و باش کے حامل تھے ۔ تکلف اور تصنع سے پرھیز کرتے تھے ۔ اس دور میں فقہ مالک کا اس حد تک غلبہ ھوا کہ تمام قاضیوں کو اس بات کا پابند کر دیا گیا کہ وہ کسی مفتی اور فقیہ سے فتوی لئے بغیر کوئی فیصلہ نہ کریں ۔ حکومت کے اس حکم اور فیصلے سے فقہ مالک کی امامت وسیادت میں مزیـد اضافہ ھوا ۔اور یہ کہنا مبالغے سے خالی ھوگا کہ باقی أئمہ ثلاثہ کے فقہی مسالک میں سے کوئی بھی مسلک آج تک اندلس اور مغرب میں فقہ مالک پر غالب نہ آسکا ۔

اندلس میں آٹھویں صـدی ھجـری میں مسلمانوں کے اقتدار کا چراغ گل ھو گیا ، بے رحم اغیار نے صرف سیاسی غلبہ ختم کرنے پر اکتفاء نہیں کیا ۔ انہوں نے سرزمین اندلس سے مسلمانوں کا وجود حتی کہ ان کے علمی نشانات کو بھی مٹا دیا ۔ اسی کے ساتھ اندلس سے فقہ مالک کا وجود بھی ختم ھو گیا لیکن افریقہ کے شمالی مغربی علاقوں ، تونس ، مراکش اور لیبیا میں آج تک فقہ مالک کا غلبہ ہے ۔

مصر میں بھی فقہ مالک کا اچھا خاصا اثرورسوخ ہے۔ حالاں کہ مصر ہمیشہ فقہ حنفی اور فقہ شافعی کے نامور علماء کا مرکز رہا ۔

بعد کے ادوار میں جو اھل علم و فضل فقہ مالک کے ترجمان بنے ، اور انھوں نے بطور خاص اندلس اور بلاد مغرب میں اپنی گراں قدر تالیفات کے ذریعے اسے زندہ رکھا ، مناسب معلوم ھوتا ہے کہ ان کا اجمالی تذکرہ کیا جائے ۔ ایسے حضرات میں مندرجہ ذیل نمایاں ھیں :

یحییٰ بن یحییٰ مصمودی :

ان کا تعلق اندلس سے ہے ، انھوں نے اولاً امام مالک کے شاگرد زیاد بن عبدالرحمن سے مؤطا کو سبقاً سبقاً پڑھا ، اس کے بعد انھیں یہ شوق دامن گیر ھوا کہ مؤلف مؤطا امام مالک ابھی بقید حیات ھیں ، میں انھی سے براہ راست مؤطا کیوں نہ حاصل کروں۔ چنانچہ حجاز کا رخ کیا ، امام مالک کی خدمت میں حاضر ھوئے اور براہ راست ان سے مؤطا سنا ، صرف تین ابواب ایسے ھیں جن کی امام سے بلاواسطہ سماعت نہیں کر سکے ۔ وہ باب یہ ھیں ۔ باب خروج المعتکف للعید، باب قضاء الاعتکاف ، باب النکاح فی الاعتکاف ، یحی نے ان تینوں ابواب کو زیاد بن عبدالرحمن سے روایت کیا ہے (۲۰) ۔

مدینہ منورہ میں (۱۷۹ھ میں) جب امام مالک کا انتقال ھوا تو یحیٰ وھیں موجود تھے ، امام کی تجہیز و تکفین کی خدمت ان کے سپرد ھوئی ۔

امام مالک کے تلمیذ خاص عبداللہ بن وھب سے بھی انھوں نے مؤطا کو روایت کیا ہے ، امام کے بعض دوسرے تلامذہ سے بھی اکتساب فیض کیا ۔ یہ جس وقت امام مالک کی خدمت میں حاضر ھوئے اس وقت ان کی عمر بیس برس تھی مگر انھوں نے اپنی ذھانت، نکتہ رسی اور حسن ادب کے باعث امام کی محفل میں یہ مقام حاصل کر لیا تھا کہ وہ انھیں عاقل کہہ کر مخاطب کرتے تھے (۲۱) ۔

حدیث اور فقه دونوں میں ان کو بلند مقام حاصل تھا ۔ اندلس میں انہوں نے اگرچه کبھی کوئی حکومتی عہدہ قبول نہیں کیا لیکن اس کے باوجود ایوان حکومت میں ان کی بے حد عزت و تکریم تھی ، اور دینی معاملات کے علاوہ حکومتی امور میں بھی اُن کی رائے قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی ۔ اندلس میں جو شان و شوکت اور عزت و رأفت ان کو حاصل ہوئی وہ علماء میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ۔

ان کے دور میں یعنی تیسری صدی ھجری کے اوائل میں اگرچه مخصوص ائمه کی تقلید لوگوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی ، جو اھل علم وفضل تھے وہ جس فقیه اور مجتہد کی رائے کو چاہتے اختیار کر لیتے ، بعض جزوی مسائل میں خود بھی اجتہاد کرتے اور عوام کی صورت حال یه تھی که ان کے شہر میں اور علاقے میں جو بھی دینی علوم کا ماہر ہوتا اس سے فتوی لے لیتے ۔ اس بحث میں نہیں پڑتے تھے که یه حنفی ہے یا مالکی ۔ لیکن اس کے باوجود یحی کو امام مالک سے اس درجه قلبی اور علمی تعلق تھا که وہ ان کی رائے کے خلاف فتوی نہیں دیتے تھے ۔ صرف چار مسئلوں میں انہوں نے امام مالک کی رائے کو چھوڑ کر لیث بن سعد (م : ۱۷۵ھ) کی رائے کو اختیار کیا ۔ اول یه که صبح کی نماز اور دوسری نمازوں میں قنوت پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے ، دوسرے صرف ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصله کرنا جائز سمجھتے تھے ، تیسرے نزاع زوجین کی صورت میں حکم مقرر کرنے کو واجب نہیں جانتے تھے ۔ اور چوتھے اس بات کے قائل تھے که کاشت کی زمین کا کرایه اس کے محصول سے لینا جائز ہے (۲۲) ۔

امام مالک سے ان کی محبت کا یه عالم تھا که لباس بھی انھی جیسا پہنتے تھے ، اور نشست و برخاست بھی انھی کی طرح رکھتے

تھے ۔ ان کا علمی وقار و مرتبہ اندلس میں فقہ مالک کے فروغ اور نشرو اشاعت کا مؤثر ذریعہ ثابت ھوا ۔ ۲۳۴ ھجری میں ان کی وفات ھوئی ، قرطبہ میں آسودۂ لحد ھوئے ۔ ایک مدت تک ان کا مزار مرجع خاص و عام رھا ، ملک میں خشک سالی ھوتی تو لوگ ان کا واسطہ دے کر بارش کی دعاء مانگتے ۔

مؤطا امام مالک کا جو نسخہ آج معروف و متداول ہے ، وہ یحی بن یحی مصمودی کا روایت کردہ ہے (۲۳) ۔

زیاد بن عبدالرحمن :

مشہور صحابی حاطب بن ابی بلتعہ کی اولاد میں سے ھیں ، یہ پہلے شخص ھیں جو امام مالک کے فقہی مسلک کو سب سے پہلے اندلس میں لانے کا ذریعہ بنے ۔ امام مالک سے استفادے کی خاطر دو مرتبہ مدینہ منورہ کا سفر کیا اور ان کی خدمت میں ایک عرصہ گزارا، آج کے دور میں شاید اندلس اور بلاد مغرب سے مدنیہ تک سفر کی وہ اھمیت نہ ھو جو اس دور میں تھی ، اس وقت اتنا لمبا سفر گھنٹوں یا دنوں میں طے نہیں ھوتا تھا ۔ مہینے صرف کرنے پڑتے تھے اور مسافر کو بہت سے خطرات سے دوچار ھونا پڑتا تھا ۔ زھد و تقوی کے اعتبار سے اپنے دور کے ممتاز لوگوں میں ان کا شمار تھا ۔

امیر قرطبہ نے انھیں قرطبہ کا عہدۂ قضا پیش کیا ، انھوں نے قبول کرنے سے انکار کیا ، جب اس کا اصرار شدید ھوا اور انھوں نے محسوس کیا کہ میرا یہ انکار امیر کی ایذارسانی کا ذریعہ نہ بن جائے تو قرطبہ کو خیر باد کہدیا اور کسی دوسرے شہر میں سکونت اختیار کر لی ۔ اس وقت امیر قرطبہ نے کہا : کاش سب اھل علم زیاد جیسے ھوتے تو عالم کے دل میں دنیا کی رغبت نہ رھتی » امراء اور حکام ان کے علم و فضل اور زھد تقوی کے اس حد تک قدر داں تھے کہ امیر

قرطبه نے انہیں خط لکھا ، اور اس بات کا یقین دلایا که وہ قرطبه واپس آ جائیں انہیں عہدۂ قضا قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا ۔ اس خط کے بعد قرطبه واپس آ گئے اور حدیث کی تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے (۲۴) ۔

ان کے عجیب اور دلچسپ واقعات میں یه واقعه بھی ہے که : ایک روز امیر قرطبه ھشام اپنے کسی خادم پر سخت ناراض ھوا ، اسی وقت حکم دیا که اس کا ھاتھ کاٹ دیا جائے ، زیاد اس مجلس میں موجود تھے کہنے لگے : اے امیر ! اللہ آپ کو نیکی اور بھلائی کی توفیق عطا فرمائے ، میں نے اپنے استاد امام مالک بن انس سے ایک حدیث سنی ہے، میں وہ آپ کو بھی سناتا ھوں ۔ حدیث یه ہے : نبی علیه السلام نے فرمایا :

,,ایسا شخص اگر اپنے غصے کو پی جائے جو بدله لینے، اور اپنا حکم نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ھو، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دیتے ھیں " ۔

ھشام نے یه حدیث پاک سنی تو اس کا غصه ٹھنڈا پڑ گیا ، اس نے اپنے خادم کو معاف کر دیا ۔

کسی علاقے کے امیر نے زیاد کو خط لکھا اور پوچھا که ۔ قیامت کے دن میزان عدل کے دونوں پلڑے کس چیز کے ھوں گے ۔ چاندی کے یا سونے کے ؟ اس کے جواب میں یه حدیث لکھ کر بھیجی ۔ ,,کسی شخص کے اسلام کی خوبی یه ہے که وہ ان باتوں کے پیچھے نه پڑے جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے " ۔

۲۰۴ هجری ان کا سال وفات ہے (۲۵) .

عبدالملک بن حبیب :

انہوں نے ابتدائی تعلیم اندلس میں حاصل کی ، اس کے بعد حصول علم کی خاطر اندلس سے باھر نکلے ۔ مالکی فقہاء سے

تحصیل علم کی ۔ بطور خاص عبدالملک بن ماجشون ، مطرّف بن عبداللہ ، ابراهیم بن منذر جذامی ، اصبغ بن الفرج اور اسد بن موسی وغیرہ کے آگے زانوائے تلمذ تہ کیا ۔ ان اهل علم وفضل سے اکتساب علوم کے بعد ۲۱٦ھ میں اندلس واپس آ گئے ۔ ان کے علم و فضل کی شهرت ہوئی ۔ امیر اندلس سے قرب حاصل ہوا ۔ نقل مؤطا کے کام میں یحیی بن یحیی کے ساتھ شریک ہو گئے ۔ علوم حدیث سے انہیں زیادہ لگاؤ نہ تھا لیکن فقہ مالک ، اور فقہ اهل مدینہ کے ماهر و حافظ سمجھے جاتے تھے ۔ اچھے شاعر تھے ، علم عروض میں یدطولیٰ حاصل تھا ۔ حافظہ اتنا قوی تھا کہ مشاهیر کے نسب نامے اور بے شمار اشعار زبانی یاد تھے ۔ نحو پر بھی عبور تھا ۔ بولنے کی غیر معمولی قدرت رکھتے تھے ۔

محمد بن عمر بن لبابہ کہا کرتے تھے : ,,اندلس کے عالم عبدالملک بن حبیب ، عاقل، یحی بن یحی اور فقیه عیسی بن دینار هیں ،،(۲٦) ۔

اندلس میں فقہ مالک کے فروغ کا بہت بڑا ذریعہ بنے ،,,واضحہ،، نامی ایک کتاب لکھی ، اس کے بعد ان کے ایک شاگرد محمد بن احمد بن عبدالعزیز عتبی (م : ۲۵۴ھ) نے واضحہ کے طرز پر ایک کتاب لکھی ، جس کا نام ,,عتبیہ،، رکھا ۔

عتبیہ جب اهل علم تک پہنچی تو انہوں نے اسے واضحہ پر ترجیح دی، اور خاص طور سے اندلس کے اهل علم وفضل نے عتبیہ کو فقہی مسائل میں اپنا مرجع اور مدار قرار دیا ۔ بہت سے علماء نے ان دونوں کتابوں کی شروح اور حواشی لکھے ۔ علمائے اندلس میں سے ابن رشد نے عتبیہ پر بہت زیادہ کام کیا ۔ ابن ابی زید نے ان کتابوں کے تمام مسائل کو یک جا کیا ۔ اور اپنی کتاب کا نام ,,کتاب النوادر،،

رکھا ۔ یہ کتاب فقہ مالک میں ایک جامع اور مستند کتاب کا درجہ رکھتی ہے (۲۷) ۔

عتبیہ کے علاوہ ، عبدالملک بن حبیب کی حسب ذیل تصانیف کا ذکر بھی مختلف کتابوں میں ملتا ہے : ۱ ۔ الجوامع ، ۲ ۔ فضل الصحابہ ،
۳ ۔ غریب الحدیث ، ۴ ۔ حروب الاسلام ، ۵ ۔ طبقات الفقہاء ،
٦ ۔ مصابیح الھدی وغیرہ ۔

۴ رمضان ۲۳۸ ھجری میں وفات پائی (۲۸) ۔

سحنون بن سعید تنوخی :

ان کا پورا نام عبدالسلام بن سعید سحنون تنوخی عربی ہے ۔ نسلاً عرب تھے ، حمص (شام) سے ان کا تعلق تھا ۔ ان کے والد ایک لشکر کے ھمراہ مصر پہنچے ، مصر میں حصول علم کے بعد مغرب کا رخ کیا ، اور پھر وھیں طرح اقامت ڈال دی ۔

سحنون نے امام مالک کا زمانہ پایا ، اور وہ عمر کی اس منزل میں تھے کہ امام کی خدمت میں حاضر ہو سکتے تھے مگر مالی حالات نے اس کی اجازت نہ دی کہ سفر کے اخراجات برداشت کرکے مدینہ منورہ تک پہنچ سکیں ۔ مالی مجبوری کے باعث امام مالک سے براہ راست اکتساب علم نہ کر سکے ۔ البتہ ان کے نامور تلامذہ سے استفادہ کیا ۔ عبدالرحمن بن قاسم مالکی علوم کے امین تھے ، ان سے رجوع کیا ، ان سے امام مالک کے فتاویٰ اور فقہی آراء حاصل کیں ۔

سحنون کے بارے میں کہا گیا کہ اس وقت مغرب میں ان کے رتبے کا کوئی عالم نہیں تھا ، مالکی فقہاء میں کسی کے اتنے شاگرد نہیں ہوئے جتنے سحنون کے ہوئے (۲۹) ۔

,,المدونہ،، کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی ، جس میں امام مالک کی فقہی آراء اور فتاوی کو جمع کیا ۔ ابن رشد نے کہا

کہ : المدونہ مالکی علوم کی اصل کتاب ہے۔ اس کے علاوہ فقہ مالک کا جو بھی ذخیرہ ہے وہ اسی سے مأخوذ ہے۔ فقہ مالک میں المؤطا کے بعد مدونہ سب سے مفید اور معتبر کتاب ہے۔ کتب فقہ میں اس کی وہی حیثیت ہے جو کتب نحو میں کتاب سیبویہ کی ، یا کتب ریاضی میں کتاب اقلیدس کی » (۳۰) ۔

۲۳۴ ھجری میں انہیں مسند قضا سونپی گئی ، جس پر وہ مرتے دم تک فائز رہے ۔

رہن سہن اور لباس میں بہت سادہ تھے ۔ مقدمات میں کسی کی سفارش قبول نہیں کرتے تھے ۔ حکومت سے عہدۂ قضا کی تنخواہ نہیں لیتے تھے ۔

مقدمات کی سماعت کے دوران اگر کوئی فریق دوسرے کے ساتھ تلخ کلامی کرتا تو اس سے سختی کے ساتھ پیش آتے اور بسا اوقات مارتے ۔ لوگوں کو بتاتے کہ وہ عدالت میں گواھی کس طرح دیں ۔ اس کے کیا آداب ھیں ۔ لوگوں کو قسمیں کھانے سے منع کرتے ۔

سحنون ، درس و تدریس ، اپنی تصنیف المدونہ، وسیع حلقۂ تلامذہ اور منصب قضاء کے باعث بلاد مغرب میں فقہ مالک کی اشاعت کا بہت مؤثر ذریعہ بنے ۔ خصوصاً ان کی کتاب المدونہ نہ صرف بلاد مغرب اور افریقہ بلکہ پوری دنیا میں فقہ مالک کے تعارف کا بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوئی ۔ سحنون نے ۲۴۰ ھجری میں وفات پائی (۳۱) ۔

ابن عبدالبر :

ان کا پورا نام یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر نمری ہے۔ ابو عمر کنیت ہے۔ مالکی علوم کے یہ امین بھی خاک اندلس سے اٹھے۔ آنکھ کھولی تو ھر سمت اسلامی تہذیب و تمدن کی روشنی دیکھی۔

قـرطبـه نه صـرف اسلامی اندلس کا دارالحکومت ، بلکه تہذیب و ثقافت اور علم وفن کا مرکز بھی تھا ـ یه چوتھی صدی ھجری کا ربع ثالث تھا ـ

قرطبه میں اسلامی علوم و فنون ، اور تہذیب و ثقافت کی حوصله افزائی نے مختلف اسلامی شہروں اور علاقوں سے حدیث ، فقه ، ادب ، فلسفه ، طب ، اور فلکیات کے ماھرین کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔ اس روشـن اور باغ و بہار علمی اور ثقافتی ماحول میں ابن عبدالبر نے نشوونما پائی ـ

حصول علم کی خاطر دور و دراز علاقوں کا سفر کیا ـ اسلام کے عہد اول کے طالبان علوم اور علماء کی طرح مختلف علوم و فنون کے ماھرین اور اساتذہ کے آگے زانوئے تلمذ ته کیا ـ ایک عرصه کی علمی سیاحت کے بعد وطن مألوف واپس آ گئے ـ اندلس میں وہ علمی رتبه پایا که ,,حافظ المغرب،، کہلائے ـ بطور خاص حدیث ، اور فقه میں درجۂ کمال پر فائز ہوئے ـ

ابو الولید باجی کہتے ھیں که : اندلس میں ابن عبدالبر سے بڑھ کر عالم حدیث ،اور حافظ حدیث کوئی نہیں گزرا ،،(٣٢) ـ

ابن خلکان نے کہا : ,,ابن عبدالبر حدیث اور آثار و سنن میں امام العصر تھے ،، ـ

ابن حزم نے کہا : ,,ابن عبدالبر کی کتاب التمہید سے بہتر کتاب فقه الحدیث میں، میں نے نہیں دیکھی ،، ـ

رجال حدیث اور خلافیات پر ان کی نظر بہت وسیع تھی ـ حافظ ذھبی کہتے ھیں که : ابن عبدالبر ابتداء میں ظاھری تھے ـ تقلید سے نفرت کرتے تھے ، بعد میں فقه مالک کی طرف مائل ہوئے ـ لیکن کلی طور پر ان کی بھی تقلید نہیں کی ـ بعض مسائل میں امام شافعی کی طرف مائل نظر آتے ھیں ،، ـ

اپنی مصنفات میں ان کا طرز عمل یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں اگر مجتہدین کی آراء مختلف ہوں تو ان سب کو جمع کرتے ہیں ان کے دلائل کی چھان بین کرتے ہیں ، اور ان میں سے کسی ایک رائے کو ترجیح دیتے ہیں اور دوسری آراء کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ اور ان کی یہ ترجیح بھی کسی دلیل و برہان کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ بے دلیل نہ کسی کا قول رد کرتے ہیں ، اور نہ قبول کرتے ہیں ۔

امام مالک نے مؤطا میں جن اساتذہ اور شیوخ سے احادیث روایت کی ہیں ، ابن عبدالبر نے ان کے اسماء اور حالات کا احاطہ کیا ہے اور ,,التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید،، کے نام سے ایک ضخیم کتاب تالیف کی جس میں شیوخ مالک کے ذکر کے علاوہ مشکلات مؤطا کی شرح و توضیح بھی کی ہے۔

التمہید کے علاوہ ,,الاستذکار،، کے نام سے مؤطا کی مختصر شرح تصنیف کی اور اس طرح انہوں نے مؤطا مالک اور فقہ مالک کی نہایت وقیع اور گراں قدر خدمت انجام دینے کا شرف حاصل کیا ۔

,,الانتقاء لمذاہب الثلاثۃ العلماء،، کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔ اس میں تین ائمہ مجتہدین کا ذکر کیا ۔ مالک بن انس ، ابوحنیفہ اور شافعی ۔ احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کیا ۔ کیوں کہ انہیں صرف محدث مانتے ہیں ، بطور مجتہد تسلیم نہیں کرتے ۔ ترتیب میں امام مالک کو مقدم کیا ، جس سے اپنے فقہی مسلک کی طرف اشارہ کر دیا کہ امام مالک کی طرف زیادہ مائل ہیں ۔

اندلس کے ایک شہر اشبونہ کے قاضی بھی رہے اور اس طرح انہوں نے اندلس میں فقہ مالک کی خدمت اور نمائندگی بحیثیت محدث و فقیہ بھی کی اور بحیثیت قاضی و حاکم بھی ۔

۴٦۳ ہجری میں وفات پائی (۳۳) ۔

قاضی ابو بکر بن العربی :

جن اهل علم و فضل نے اندلس اور بلاد مغرب میں مالکی علوم کی نشرو اشاعت کی اور ان کے مؤثر ترجمان بنے ، ان میں قاضی ابوبکر بن العربی کا نام نمایاں ہے۔ ان کا تعلق پانچویں اور چھٹی صدی هجری سے ہے۔ ۴۶۸ ھ میں اشبیلیه میں پیدا ہوئے اور ۵۴۳ھ میں وفات پائی (۳۴)

اپنے والد کے همراہ مشرقی ملکوں کی سیاحت کی ، مصر، شام، عراق اور حجاز کا سفر کیا ۔ ۴۸۹ هجری میں جب ان کے والد اسکندریه میں وفات پاگئے تو یه اشبیلیه واپس چلے آئے ۔

مصر کے مشهور علماء اور فقهاء سے استفادہ کیا ، امام غزالی کی خدمت میں حاضر هوئے اور ان کے آگے زانوئے تلمذ ته کیا ۔ حدیث۔ فقه اور کلام میں دسترس حاصل کی ۔ تحریر وتقریر ، دونوں پر یکساں قدرت تھی ، بڑے فصیح وبلیغ تھے ۔ آپ کی تصانیف اس کی گواہ هیں ۔ شعر گوئی کا بھی ملکه تھا ۔ بہت بذله سنج طبیعت پائی تھی جس مجلس میں بیٹھتے اسے باغ وبهار بنا دیتے ۔

اشبیلیه آ کر درس وتدریس کا سلسله شروع کیا ۔ درس قرآن اور درس فقه کا اهتمام کیا ، وعظ و ارشاد کا سلسله بھی جاری کیا ۔ مختلف علوم میں کتابیں لکھیں ۔ ان میں ,,احکام القرآن،، اور العواصم من القواصم ،، نے بہت شهرت پائی (۳۵) ۔

احکام القرآن کے موضوع پر پہلی کتاب ہے جو فقه مالک کی روشنی میں لکھی گئی ۔

۵۳۸ هجری میں آپ کو اشبیلیه کا قاضی مقرر کیا گیا ۔ اپنے فیصلوں میں عدل کو پوری طرح ملحوظ رکھتے تھے ، حق دار کو اس کا حق دلانے میں کبھی کوتاهی نہیں کی ۔ بڑی سے بڑی قوت ان کے

فیصلوں کو متأثر نہیں کر سکی ۔ ظالموں کے لئے سخت ، اور مظلوموں کے لئے بہت نرم خو تھے ۔

انہوں نے اندلس میں فقہ مالک کی ترجمانی کا حق دونوں حیثیتوں سے ادا کیا ، مفسر، محدث اور عالم کی حیثیت سے بھی اور ایک قاضی اور منصف کی حیثیت سے بھی (۳٦) ۔

ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد :

۴۵۰ ھجری میں قرطبہ میں پیدا ہوئے ، ان کا خاندان اندلس میں بہت باوقار تھا ۔ امراء اور حکام کی نظر میں اس کی خاص قدرومنزلت تھی ، ابن رشد کی طرح ان کے دادا بھی قرطبہ کے قاضی رہ چکے تھے ۔ ابن رشد نے جن لوگوں سے تعلیم وتعلم کا آغاز کیا اور ان کے آگے زانوئے ادب تہ کیا وہ اپنے دور کے نمایاں اہل علم میں شمار ہوتے تھے ۔ مثلاً : فقیہ قرطبہ ابو جعفر بن رزق (م: ۴۷۷ھـ) ابو عبد اللہ محمد بن خیرہ الاموی معروف بابن ابی عافیہ (م:۴۸۷ھـ)، محدث کبیر ابو العباس احمد بن عمر بن انس العذری (م:۴۷۸ھـ)، مفتی اعظم قرطبہ ابو عبداللہ محمد بن فرج(م:۴۹۷ھـ)، رئیس المحدثین ابو علی حسین بن محمد غسانی (م: ۴۷۸ھـ) ، امام اللغت ابو مروان عبدالملک بن سراج (م: ۴۸۹ھـ) ۔ بہرکیف ابن رشد نے اس صدی کے مایۂ ناز اہل علم وفضل کی خدمت میں اپنا زمانہ بسر کیا ۔

ابن طفیل (۳۷) نے ابن رشد کی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا ، اسی کی تحریک پر ابن رشد نے ارسطو پر اپنے علمی کام کی ابتداء کی اور اس کی کتابوں کی شروح لکھیں ۔ ابن رشد کا اپنا بیان ہے کہ ,,ایک روز ابن طفیل نے مجھے بلا بھیجا اور کہا : آج امیر المؤمنین مجھ سے شکایت کر رہے تھے کہ ارسطو گوشۂ گم نامی میں پڑا ہوا ہے ۔ اس کی تحریریں لوگوں کی سمجھ میں

نہیں آتیں ۔ میری خواهش ہے کہ کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اس کی تالیفات کی شرحیں لکھ دے اور اس کی مشکل عبارتوں کی اس حد تک توضیح وتشریح کر دے کہ لوگ ان سے استفادہ کر سکیں » ۔ اس کام کے لئے جس صلاحیت اور قابلیت کی ضرورت ہے وہ تم میں بدرجۂ اتم موجود ہے ، تمہاری غیر معمولی ذهانت اور تفہیم وافادہ کی بھر پور قدرت کا مجھے اندازہ ہے ۔ نیز تالیفات ارسطو کا تم نے گہرا مطالعہ کیا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ تم بہتر طریقے سے اس مقصد کو پورا کر سکو گے ۔ میں خود یہ کام کرتا مگر پیرانہ سالی اور حکومتی مشاغل کے سبب مجبور ہوں»(۳۸) ۔

ابن رشد کہتے هیں کہ اس واقعہ کے بعد میں نے تالیفات ارسطو کی شرحیں لکھنا شروع کر دیں ۔ اور پھر یہ فلسفہ هی ابن رشد کی شہرت دوام کا ذریعہ بنا ۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو فلسفہ تک محدود نہ رکھا ۔ طب ، هیئت ، کلام اور فقہ کا بھی وسیع مطالعہ کیا ۔ اور گراں قدر کتب تالیف کیں ۔

ابن رشد نے اس دور کے مشہور صوفی شیخ محی الدین ابن العربی سے بھی رجوع کیا ، اور ان سے درخواست کی کہ وہ علم تصوف میں ان کی رہ نمائی کریں ۔ مگر شیخ نے کہا کہ : میں تم میں تصوف سے لگاؤ اور مناسبت نہیں پاتا اس لئے اس کے اسرار و رموز بتانے سے قاصر ہوں (۳۹) ۔

ابن رشد کے سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ انہوں نے تحصیل علم کی ابتداء سے فقہ مالک کا بہت گہرا اور وسیع مطالعہ کیا ، انہوں نے جہاں فلسفہ پر کتابوں کے ڈھیر لگا دیئے وهاں فقہ اور اصول فقہ پر بھی بعض کتابیں تالیف کیں ۔ فقہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں

بدایۃ المجتہد نے شہرت دوام حاصل کی ۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے ۔ اصولی اور بنیادی طور پر فقہ مالک کی نمائندگی کرتی ہے مگر دوسرے فقہاء اور مجتہدین کے اقوال و آراء بھی ابن رشد نے اس میں نقل کئے ہیں ۔

اس کتاب کے بارے میں خود ابن رشد کا بیان ہے :

,,میرا مقصد اس کتاب کی تالیف سے یہ ہے کہ مسائل شرعیہ کو بیان کیا جائے ۔ خواہ وہ متفق علیہ ہوں یا ان میں فقہاء کا اختلاف ہو، میں نے تمام مسائل کو فقہاء کی آراء کے ساتھ جمع کرنے کی کوشش کی ہے ، کتاب میں صرف فقہ مالک پر اکتفاء نہیں کیا ، بلکہ ایجاز و اختصار کے ساتھ دوسرے ائمہ کے مسالک بھی بیان کئے ہیں ،،(۳۰) ۔

بدایۃ المجتہد کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ یہ نہ صرف فقہ مالک کی معتمد علیہ کتاب ہے بلکہ تمام فقہی مسالک کی کتابوں میں ممتاز اور منفرد حیثیت کی حامل ہے ۔

ابن رشد اندلس میں فقہ مالک کی ترویج و اشاعت کا دوہری حیثیت سے ذریعہ بنے ۔ اول تو یہ کہ ان کی نمایاں خاندانی وجاہت تھی ، باپ اور دادا بھی قرطبہ کے قاضی رہ چکے تھے ، خود بھی اس منصب پر فائز ہوئے ، قرطبہ کے علاوہ اشبیلیہ کے قاضی بھی رہے ۔ حکومتی منصب اور وہ بھی قضا کا ۔ یقیناً اس مسلک کی اشاعت اور فروغ کا ذریعہ بنتا ہے جس سے قاضی کا تعلق ہو ۔ دوسرے یہ کہ ان کی علمی حیثیت کو سب نے تسلیم کیا ، یہاں تک کہا گیا کہ اندلس میں ابن رشد سے بڑا فلسفی نہیں گزرا ۔ فقہ میں ان کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ مؤطا امام مالک زبانی یاد تھی (۳۱) ۔

۹ صفر ۵۹۵ ہجری کو وفات پائی ۔

یہ تھا ایک مختصر سا جائزہ ، اندلس میں فقہ مالک کے ارتقاء اور اثر و نفوذ کا ۔ اور ان اہل علم کا جو اندلس اور بلاد مغرب میں فقہ مالک کے ارتقاء اور ترویج و اشاعت کا ذریعہ بنے ۔

حواشی و حوالہ جات

۱ ۔ ابن عبدالبر : الانتقاء (مکتبہ قدسی مصر ۱۳۵۰ھ) ۔ ص ۱۰ ۔

۲ ۔ ذہبی : ابو عبداللہ شمس الدین ، تذکرۃ الحفاظ (دائرہ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ، بھارت ۱۹۵۵ء) ۔ ۱/ ۲۰۸ ، الانتقاء (ابن عبدالبر) ص ۱۲ ۔

۳ ۔ محمد یوسف موسی دکتور ، الفقہ الاسلامی (دار الکتب العربی مصر ۱۹۵۸ء) ، ص ۱۳۲ ۔

۴ ۔ الانتقاء (ابن عبدالبر) ص/۱۲ ، مالک ۔ حیاتہ وعصرہ ، (محمد ابوزہرہ) ص ۲۶ ۔

۵ ۔ ابوحنیفہ دینوری الاخبار الطوال (طبع مصر) ص ۳۵۷ ، ۳۶۴ ۔

۶ ۔ ابن قتیبہ دینوری ، الامامۃ والسیاسۃ (مکتبۃ التجاریہ مصر ۱۳۴۷ھ) ۲/ ۱۵۵ ۔

۷ ۔ دار قطنی : ابو الحسن علی بن عمر ۔ احادیث المؤطا (مکتبہ نشر الثقافہ الاسلامیۃ ۱۹۳۶ء) ص ۳ ۔

۸ ۔ حاجی خلیفہ : مصطفی بن عبداللہ ۔ کشف الظنون (طبع استنبول ۱۹۴۳ء) ۔ ۲/ ۲۰۳۲ ۔

۹ ۔ ایضاً ۔ ۲/۱۹۰۷

۱۰ ۔ دائرہ معارف اسلامیہ ، ۱۸/ ۳۷۵

۱۱ ۔ ابن خلکان ۔ وفیات الاعیان (مکتبہ انہضہ مصر ۱۹۴۸ء) ۳/ ۲۸۴ .

۱۲ ۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۱۲ ، ۲۱۳ ۔

۱۳ ۔ سید سلیمان ندوی ۔ حیات مالک (طبع کراچی ۱۹۸۴ء) ص ۸۴

۱۴ ۔ ابن حجر عسقلانی : احمد بن علی بن محمد ۔ فتح الباری (مطبعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۷ھ) ۱/۴ ۔

۱۵ ۔ مالک ۔ حیاتہ وعصرہ ۔ ص ۱۷۶ .

۱۶ ۔ احادیث المؤطا ۔ ص ۳ ۔

۱۷ ۔ ایضاً ۔ نیز کشف الظنون ۲/۸ ومابعد .

۱۸ ۔ عبدالحئی لکھنوی ۔ التعلیق الممجد علی مؤطا محمد (مطبع مجتبائی لاہور) ص ۱۲

۱۹ ۔ عبدالرحمن ابن خلدون ۔ مقدمہ ، ص ۴۳۵

۲۰ ۔ ابو الولید عبداللہ بن محمد بن یوسف ازدی معروف ابن الفرضی ، تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس (طبع : مکتبہ خانجی قاہرہ ۱۹۵۴ء) ۱/۱۸۴

۲۱ ۔ بستان المحدثین ، ص ۲۸

۲۲ ۔ تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس ۔ ۱/ ۱۸۴ ،

۲۲ ـ بستان المحدثین ، ص ۲۸ ـ
۲۳ ـ تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس ـ ۱/۱۸۳
۲۵ ـ بستان المحدثین ض ۳۲ .
۲٦ ـ مالک حیاته ، وعصره ، ص ۲۰۳ ـ
۲۷ ـ محمد بن احمد بن تمیم تمیمی ، طبقات علمائے افریقیه (طبع : مدرسه ثعالبیه الجزائر ۱۹۱۴ء) ـ ۷/۸۰
۲۸ ـ ایضاً ـ ص ۸۱
۲۹ ـ طبقات علمائے افریقیه ، ۲/ ۱۰۲
۳۰ ـ مالک حیاته ، وعصره ، ص ۲۰۳ ، ۲۰۴
۳۱ ـ طبقات علمائے افریقیه ۲/۱۰۳ ، ۱۰۴
۳۲ ـ ابن عبدالبر ـ التمهید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید (طبع مکتبه قدسیه، لاهور، ت . ن) ، مقدمه ، ص ۱۳
۳۳ ـ ایضاً ص ۱۵ ، ۲۳ ، ۲۷ ـ
۳۴ ـ تذکرۃ الحفاظ ـ ۳/ ۹۰
۳۵ ـ وفات الاعیان ۲/۲۹۲ .
۳٦ ـ علی بن عبداللہ بن الحسن نباهی اندلسی ـ تاریخ قضاۃ اندلس (طبع : دار الکاتب المصری ۱۹۴۸ء) ص ۱۰۵ .
۳۷ ـ پورا نام ابوبکر محمد بن عبدالملک بن محمد بن محمد بن طفیل قیسی ـ غرناطه کے ایک پر فضا مقام وادی آش سے اس کا تعلق تھا ـ تحصیل علم کے چند روز بعد غرناطه کا سکریٹری مقرر ہوا ـ اس کے بعد منصب وزارت پر فائز ہوا ، اپنے دور کے حاذق اطباء میں اس کا شمار تھا ـ علم ریاضی اور ہیئت میں درجۂ کمال پر فائز تھا ـ ۵۸۱ ہجری میں وفات پائی ـ
۳۸ ـ معشوق حسین خان ـ ابن رشد و فلسفه ابن رشد (طبع : جامعه عثمانیه حیدر آباد دکن ۱۹۲۹ء) ص ۲٦ .
۳۹ ـ ایضاً ص ۲۱ ، ۲۲ ـ
۴۰ ـ ابن رشد ـ بدایة المجتهد (طبع : مصر ۱۹٦۹ء) مقدمه ـ
۴۱ ـ ابن رشد وفلسفه ابن رشد ص ۵٦ .

★★★